مسلم سپین میں خواتین کی معاشرتی حیثیت اور کردار کا تجزیہ
(عہد وسطیٰ اور عہد جدید کے معاشرتی پہلوؤں کی روشنی میں)

فرحین الطاف

مسلم سپین میں خواتین کی معاشرتی حیثیت اور کردار

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی تعلیمات کی روشنی میں قائم ہونے والے سیاسی اور معاشرتی نظام نے دنیا میں موجود تمام نظاموں کو متاثر کیا اور اسلام کی مذہبی تعلیمات سے اختلاف کے باوجود دنیا کے مختلف ممالک اسلام کی سیاسی و معاشرتی نظام کی خصوصیات کو اپنائے بغیر نہ رہ سکے۔ظہور اسلام کے وقت دنیا کے باقی خطوں کی طرح یورپ بھی جاہلیت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا اخلاقی مفاسد اور معاشرتی نقائص کا مرکز تھا۔لیکن آٹھویں صدی عیسوی میں سپین میں بننے والی اسلامی حکومت نے نہ صرف سپین کے بلکہ یورپ کے مجموعی نظام کو متاثر کیا بالخصوص (سپین کا) معاشرتی نظام جو کہ بالکل ہی ناقص تھا اس میں بہت سی تبدیلیاں آئیں ان تبدیلیوں میں سے ایک اہم تبدیلی خواتین کی معاشرتی حیثیت کے حوالے سے ہے۔سپین میں مسلم حکومت کے قیام سے پہلے نہ صرف سپین میں بلکہ سارے یورپ میں خواتین کی حیثیت بہت حقیر تھی۔زیر نظر مضمون سپین میں خواتین کی اسی حیثیت کے متعلق ہے کہ مسلمانوں کی حکومت کے قیام سے پہلے یہاں خواتین کی کیا حیثیت تھی اور پھر مسلمانوں کی حکومت کے بعد خواتین کی اس معاشرتی حیثیت میں کیا تبدیلی آئی اور پھر اس تبدیلی کا یورپ پر کیا اثر ہوا۔لیکن اس سے پہلے مذہب اسلام کے ظہور سے قبل مجموعی طور پر دنیا میں خواتین کی حیثیت اور پھر اسلام کی رو سے خواتین کی حیثیت کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

قبل از اسلام مجموعی طور پر خواتین کی معاشرتی حیثیت کا جائزہ

مذہب اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا میں جو بڑے مذاہب تھے وہ یہودیت اور عیسائیت تھے اس لیے ان مذاہب کی روشنی میں خواتین کی حیثیت واضح کرنا ضروری ہے۔ یہودیت کا شمار، دنیا کے ان مذاہب میں ہوتا ہے جنھوں نے صرف چند عقائد ونظریات ہی پیش نہیں کیے بلکہ ان کی بنیاد پر عملی زندگی کے مسائل سے بھی تفصیلی بحث کی ہے، ایسے مذہب کے پیروکار سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ عورت کے بارے میں حقیقت پسندانہ خیالات کا اظہار کریں گے لیکن ان کے ہاں یہ تصور ملتا ہے کہ مرد نیک سرشت اور نیک کردار ہے جبکہ عورت بدنیت اور مکار ہے۔ یہودی قانون کے مطابق مرد وارث کی موجودگی میں عورت وراثت کے حق سے محروم ہوجاتی ہے نیز عورت کو خاوند کے مرنے کے بعد دوسری شادی کا حق بھی نہیں کائنات میں ساری مصیبت کا ذمہ دار اسی عورت کو ٹھہرایا گیا۔[۱] اسرائیلیوں کے خیال میں عورت فطرتاً ناپاک تھی۔ بیواؤں کو وراثت سے محروم کردیا جاتا صنف نازک ہونے کے سبب اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ وہ بیچ ڈالی جاتی، قید کردی جاتی، عورت کا رجحان یا ارادہ کسی صورت میں قابل لحاظ نہ تھا۔ والدین اپنے بچوں کو کرائے پر دے سکتے تھے۔ چھوٹی لڑکیوں کو بازاروں میں بیچ ڈالتے تھے۔[۲] طلاق کا حق صرف مرد کو تھا گویا یہودی معاشرے میں عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

اسلام سے قبل بڑا مذہب عیسائیت تھا لیکن عیسائیت کی روش بھی عورت کے ساتھ کچھ زیادہ قابل ذکر نہیں تھی۔ اس کے پیروکاروں کا ابتدائی نظریہ یہ تھا کہ عورت گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ ہے۔ مرد کے لیے مصیبت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے۔ تمام مصائب انسانی کا آغاز اسی سے ہوتا ہے۔ اس کو دائماً کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا اور دنیا والوں پر لعنت اور مصیبت لاتی ہے۔[۳] عیسائیت میں یہ سرے سے جائز نہیں تھا کہ طلاق دی جائے موت کے سوا علیحدگی شوہر سے ممکن نہ تھی۔ مسیحی دور میں خواتین کو معاشرتی آزادی حاصل نہ تھی مذہبی تعلیم کے

علاوہ وہ اور تعلیم حاصل نہ کر سکتی تھیں ۔ گویا عیسائیت کی رو سے بھی عورت کی کوئی اخلاقی یا سماجی حیثیت موجود نہ تھی ۔

مندرجہ بالا مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی خواتین کو کوئی خاص حیثیت حاصل نہ تھی ۔ عرب ہو یا عجم، یورپ ہو یا افریقہ کہیں بھی عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق حاصل نہ تھے ۔ بچی کی پیدائش خاندان پر بوجھ تصور کی جاتی تھی ۔ والد اور شوہر کی جائیداد میں اس کو کچھ ملنا تو درکنار اس پر ان کا حق بھی تسلیم نہیں کیا جاتا تھا ۔ تعدد ازدواج کا رواج عام تھا ۔ علیحدگی کا اختیار صرف مرد کے پاس تھا ۔ خواتین کی عزت و حرمت کا تصور کہیں بھی فروغ نہ پا سکا تھا ۔ مختصر یہ کہ اسلام سے قبل ساری دنیا اور سارے مذاہب میں خواتین کی مذہبی، قانونی، سماجی حیثیت کمزور تھی ۔

اسلام میں خواتین کی حیثیت

اسلام کے آنے سے پہلے دنیا میں عورت کو ایک غیر مفید بلکہ مخل تمدن عنصر سمجھ کر میدان عمل سے ہٹا دیا جاتا اور اسے پستی کے ایک ایسے غار میں پھینک دیا جاتا جس کے بعد اس کے ارتقاء کی توقع نہ تھی ۔ اسلام نے دنیا کی اس روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور بتایا کہ مرد و عورت دونوں ہی کی زندگی محتاج ہے ۔ عورت اس لیے پیدا نہیں کی گئی کہ اسے دھتکارا جائے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہ خود جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے یا انہیں لڑکے لڑکیوں کے جوڑے دیتا ہے (القرآن ۴۲: ۴۹۔۵۰)

قرآن نے اس مظلوم صنف کے متعلق کہا کہ وہ زندہ رہے گی اور جو شخص اس پر دست درازی کرے گا خدا کی طرف سے اس کی باز پرس ہوگی ۔ آنحضورؐ نے اس مظلوم صنف کی حمایت میں جو ہدایات اور تعلیمات دی ہیں کوئی بھی مدعی حقوق نسواں ان سے زیادہ بہتر اور حقیقی تعلیمات پیش نہیں کر سکا ۔ کائنات کی اس برگزیدہ ہستی حضور اکرمؐ نے فرمایا ''دنیا کی چیزوں میں مجھے عورت اور خوشبو پسند ہے لیکن میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے'' [۴]

دنیا کے معاشروں میں خرابی عورتوں اور مردوں میں تخلیقی امتیاز سے پیدا ہوئی، اسلام نے نہ صرف اس امتیاز کو ختم کیا بلکہ خواتین کے بنیادی حقوق تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ عورت مختلف حیثیتیں رکھتی ہے مثلاً عورت ماں ہے، بہن ہے، بیوی ہے اور بیٹی ہے اور عورت کی ہر حیثیت میں اس کے الگ الگ حقوق و فرائض متعین کیے اور اس کی عزت و تکریم لازمی قرار دی۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق عورت کا وقار اور عزت انسانی مرد کے مساوی ہے اور عورت خواہ ماں ہو بہن ہو یا بیوی ہو نہ بک سکتی ہے اور خریدی جا سکتی ہے۔ مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کریں اور خواتین کو معاشرے کی خود مختار افراد قرار دیا ہے۔ مردوں کی طرح انہیں معاشرتی اور قانونی حقوق عطا کیے گئے۔ دینی، اخلاقی، تمدنی اور اعلیٰ مقامات تک پہنچنے کے لیے جتنے مواقع مردوں کے ہو سکتے ہیں اتنے ہی خواتین کے لیے رکھے گئے۔ علم کا حصول خواتین کے لیے بھی مردوں کی طرح لازمی قرار دیا گیا۔ والدکی اور شوہر کی جائیداد میں اس کے لیے شرعی اور قانونی حصہ مقرر کر کے اس کی معاشرتی حیثیت کو مضبوط کیا۔ نان نفقہ بھی عورت کے لیے مرد سے لازمی مقرر کرنے کو کہا گیا۔ ۵

بلا وجہ طلاق کے عمل کو روکنے کے لیے اس کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا اور عورت کو شوہر کے ظلم و ستم اور ناانصافیوں سے بچنے کے لیے خلع کا اختیار بھی دیا۔ اس کے علاوہ روزی کمانے کے مواقع بھی خواتین کے لیے ویسے ہی مہیا کرنے کا کہا جیسا کہ مردوں کے لیے ہو سکتے ہیں اور مردوں کو خواتین پر ظلم و ستم سے بھی منع کیا ان تمام معاشرتی آزادیوں اور عزت و وقار کے بدلے اسلام نے عورت سے صرف حیاء و عصمت کا مطالبہ کیا ہے یعنی کہ ''اگر وہ حیاو عصمت کے تقاضوں کا خیال رکھیں تو زندگی کے ہر شعبے میں برابر حصہ لے سکتی ہیں وہ چاہے معلم بنیں، فلسفہ سیکھیں، سیاسیات میں حصہ لیں، سائنس پڑھیں، ڈاکٹر بنیں، تلوار چلائیں، ہوا میں اڑیں، سمندروں میں تیریں انہیں کوئی نہیں روک سکتا'' ۶

مختصراً یہ کہا سلام نے عورتوں کو ایسے ایسے حقوق دیے ہیں جو کہ بیسویں صدی کی مہذب قومیں عورتوں کو طوعاً وکرہاً دے رہی ہیں۔ [۷]

عہد وسطیٰ میں یورپی معاشرے میں خواتین کی عمومی حیثیت وکردار کا جائزہ

یورپ جو کہ آ جکل مساوات مرد وزن کا سب سے بڑا علمبردار ہے اسی یورپ میں عورت کافی عرصہ تک ظلم و ستم کا نشانہ بنتی رہی۔ کوئی قانون ایسا نہ تھا جو کہ مرد کی زیادتیوں کو روکتا۔ یورپی معاشرے میں عورت کسی قسم کا معاملہ طے کرنے میں آزاد نہ تھی وہ خود سے کوئی معاہدہ کرنے کی اہل نہ تھی حتیٰ کہ اس کو اس بات کی اجازت بھی نہ تھی کہ وہ خود کما کر اپنی ذات پر خرچ کرے اور اپنی رضامندی سے شادی کرے۔ لڑکیاں ماں باپ کی ملکیت سمجھی جاتی تھیں۔ شادی ایک تجارت تھی جس کے ذریعے والدین اپنی لڑکیوں کو فروخت کیا کرتے تھے۔ شادی سے پہلے اگر عورت کی کوئی جائیداد ہوتی تو وہ شادی کے بعد مرد کی ہو جاتی تھی۔ نان ونفقہ کا بھی کوئی مناسب قانون نہ تھا۔ مرد چاہتا تو عورت کو جائیداد سے محروم کر دیتا لیکن بیوی کی جائیداد کا وہ جائز وارث ہوتا تھا۔ [۸]

یورپی معاشرے میں عورت کی حیثیت اور کردار نہایت پیچیدہ تھا۔ عورت سے نہایت حقیرانہ سلوک کیا جاتا تھا وہ ہمیشہ مردوں کی محکوم بن کر رہتی۔ شادی سے پہلے اپنے والد کی، شادی کے بعد شوہر کی، اور شوہر کی وفات کے بعد بڑے بیٹے کی محکوم تھی۔ خاوند کی جائیداد پر اس کا کوئی حق نہ تھا۔ اس کی مرضی تک اس کے شوہر کے اختیار میں ہوتی تھی۔ خاوند اپنی زوجہ کو چھڑیوں سے مارا کرتے تھے اور عورت کو برائی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ [۹]

گویا عہد وسطیٰ کے یورپی معاشرے میں خواتین کو کوئی خاص مقام حاصل نہ تھا بالخصوص غیر شادی شدہ اور بیوہ خواتین کو اس معاشرے میں بڑا سخت وقت گزارنا پڑا تھا۔ غیر شادی شدہ خواتین اس معاشرے میں محفوظ نہ تھیں۔ خاندان کو ان خواتین کے بوجھ سے بچنے کے لیے جلد از جلد ان کی شادی کی کوشش کی جاتی تیرہ یا چودہ سال کی عمر میں وہ

اس کی شادی کر دیا کرتے اور اگر کوئی بیوہ ہوتی تو اس کے بوجھ سے بچنے کی خاطر فوراً اس کی شادی کر دی جاتی۔ان کنواری خواتین اور بیواؤں کی حفاظت وہ اپنے لیے بوجھ سمجھتے تھے۔عہد وسطیٰ میں یورپ میں ہمیں بہت سی ایسی خانقاہیں (فاؤنڈیشنز) ملتی ہیں جن کا مقصد بڑے بڑے خاندانوں کی لڑکیوں اور بیواؤں کی کفالت کرنا ہوتا تھا اور وہ انہیں کے لیے وقف ہوا کرتی تھیں۔یعنی کہ بڑے بڑے خاندان کے لوگ ان خواتین کی ذمہ داری سنبھالنے سے گھبراتے تھے اور انہیں ایسے ہی اداروں میں بھیج دیا کرتے تھے۔بہت سے بادشاہوں نے بھی ایسی فاؤنڈیشن بنوائیں تھیں۔[۱۰] گویا یورپی معاشرہ مجموعی طور پر خواتین کے حقوق کے تحفظ اور ان کے معاشرے میں کردار کے لیے کوئی کام نہ کر سکا تھا اور خواتین کو اس معاشرے میں نچلے درجے کی حیثیت حاصل تھی۔

یہ تھا سارے یورپی معاشرے میں خواتین کی حیثیت اور کردار کا سرسری جائزہ۔اب ہم اسی یورپی معاشرے کا ایک حصہ جو کہ ہسپانوی معاشرہ تھا اس کی خاص طور پر حالت دیکھتے ہیں تاکہ پتہ چل سکے مسلمانوں کی آمد سے پہلے وہاں خواتین کا کیا مقام تھا۔

ہسپانوی معاشرے میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے خواتین کی حیثیت وکردار

ہسپین چونکہ یورپ ہی کا حصہ تھا اس لیے اس کے معاشرے پر بھی مجموعی طور پر یورپی معاشرے ہی کی چھاپ تھی۔ہسپانوی معاشرہ مرد و زن کے معاملے میں عدم مساوات کا شکار تھا۔خواتین کو مردوں کے مساوی حقوق اور حیثیت حاصل نہ تھی۔ہر حیثیت میں خواہ وہ ماں، بہن، بیٹی یا بیوی ہو مکمل طور پر مردوں کی تابع تھی۔خواتین کی عزت و حرمت کا کوئی تصور تک موجود نہ تھا۔مذہبی رہنماؤں یا حکمرانوں کے ہاتھوں بھی ان خواتین کی عزت محفوظ نہ تھی۔اس سلسلے میں حکمران راڈرک کی فلورنڈا نامی لڑکی سے بدسلوکی قابل ذکر ہے۔[۱۱] آزادانہ نقل وحمل کی انہیں اجازت نہ تھی۔کسی بھی معاشرتی سرگرمی میں انہیں شریک نہیں کیا جاتا تھا۔

مذہبی حوالے سے بھی انہیں معاشرتی آزادی و ترقی کے حقوق حاصل نہ تھے۔ مسلمانوں کے سپین آنے سے پہلے وہاں دو اہم مذاہب موجود تھے ایک یہودیت اور دوسرا عیسائیت۔ دونوں مذاہب میں خواتین کو کوئی حیثیت حاصل نہ تھی۔ انہوں نے اپنی خواتین پر سخت پابندیاں لگائی ہوئی تھیں۔ آزادانہ میل جول کی اجازت نہ تھی۔ سخت پردوں اور پہروں میں ان خواتین کو رکھا جاتا تھا۔ خواتین کی عزت و حرمت کے تحفظ کا تصور تک موجود نہ تھا۔ جس وجہ سے کلیساؤں میں کنواری مریم کے نام پر وقف ہو جانے والی راہبات کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ اور گرجا گھر بدکاری کا مرکز بن گئے تھے۔ یہودی مذہبی تعلیم سے آگے خواتین کو تعلیم دینا کفر سمجھتے تھے۔ [۱۲] ان خواتین کو معاشرے میں بنیادی حقوق حاصل نہ تھے اور نہ ہی قانونی اور مذہبی طور پر انہیں اس قسم کے حقوق مہیا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان کو ناقص العقل کہا جاتا تھا۔ خاوند سے علیحدگی کا کسی بھی صورت میں انہیں اختیار حاصل نہ تھا جب کہ مرد جب چاہتا بلا وجہ انہیں طلاق دے دیتا تھا اور قانون میں بھی ایسا کرنے کی ممانعت نہ تھی۔ جب کہ مرد ایک وقت میں کئی شادیاں کر سکتا تھا۔ جس سے معاشرہ عدم توازن کا شکار ہوتا۔ بیٹی رقم کے عوض بیاہی جاتی تھی۔ غرض یہ کہ اس سپینی معاشرے میں بھی خواتین کی حیثیت اور مقام درست نہ تھا اور نہ معاشرے میں ان خواتین نے کوئی تعمیری کردار ادا کیا۔

مسلم سپین میں خواتین کی معاشرتی حیثیت

آٹھویں صدی عیسوی میں سپین میں مسلم حکومت کے قیام سے وہاں کے لوگوں میں اسلام کی مذہبی، معاشرتی و اخلاقی تعلیمات سے نہ صرف آگاہی پیدا ہوئی بلکہ عملی طور پر بھی انہوں نے اس کا مظاہرہ سپین میں دیکھا اور وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ عبدالرحمٰن الداخل (۷۵۵ء) نے جب یہاں آزاد خود مختار اور اموی ریاست کی بنیاد رکھی تو عرب و مسلم تہذیب و ثقافت سپینی معاشرے میں سرایت کرنا شروع ہو گئی۔

مسلم سپین کے مجموعی معاشرے پر اگر ہم نظر دوڑائیں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ یہ معاشرہ

اسلامی، عربی، ہسپانوی، معاشرتی خصوصیات پر مشتمل تھا یعنی کہ ہسپانوی معاشرہ ان تینوں معاشروں کی خوبیوں کا آمیزہ تھا۔ لیکن یہاں ہسپانوی معاشرے میں جو برائیاں (جن کا ذکر پہلے ہم کر چکے ہیں) پہلے موجود تھیں۔ اسلامی معاشرتی تعلیمات نے ان کو ختم کرنے کی کوشش میں ایک معتدل معاشرہ قائم کر لیا تھا۔ اس معاشرے میں مساوات، رواداری، عدل و انصاف، شخصی آزادی جیسی خصوصیات کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان خصوصیات کے ساتھ ایک اور قابل ذکر بات معاشرے میں خواتین کی حیثیت کو بہتر بنانے کے حوالے سے تھی۔ مسلم ہسپین کا معاشرہ خواتین کی حیثیت اور مقام بہتر بنانے میں بہت حد تک کامیاب ہو گیا تھا۔ اس بیان کے ثبوت کی خاطر ہم اس وقت کے ہسپانوی معاشرے میں خواتین کی حیثیت پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہیں۔

مسلم تہذیب وثقافت کی ایک اہم خوبی عورتوں کی تہذیب کا اعلیٰ معیار تھا۔ اسی کی مثال ہمیں ہسپین کے اسلامی معاشرے میں قرون وسطیٰ میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس دور میں خواتین کو نہ صرف نظریاتی بلکہ عملی طور پر مردوں کے مساوی حیثیت حاصل تھی۔ یہ خواتین بڑے پیمانے پر معاشرتی آزادی سے لطف اندوز ہوتی نظر آتی تھیں۔ اور ان کی اس آزادی کی تصدیق ان خواتین کی لکھی ہوئی آپ بیتیاں ہیں۔ مہذب معاشرتی سرگرمیوں میں ان کی شراکت نہ صرف لازمی سمجھی جاتی تھی بلکہ ان کی حوصلہ افزائی بھی کی جاتی تھی۔ مثلاً مختلف علمی مباحثوں، مشاعروں، مذاکروں اور کھیلوں کی تقریبات میں یہ خواتین شریک ہوتی تھیں جس سے یہ بات بخوبی سامنے آتی ہے کہ یہ خواتین معاشرتی اور تہذیبی طور پر بہت ترقی یافتہ تھیں۔ علمی مباحثوں اور مذاکرں میں شرکت کی بات سے یہ چیز سامنے آتی ہے کہ علم کے حصول کے مواقع عورتوں کے لیے ویسے ہی موجود تھے جیسا کہ مردوں کے لیے موجود تھے۔ مذہبی تعلیم کے علاوہ تعلیم حاصل کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسی لیے انہوں نے علوم وفنون کی ترقی میں بھی بھرپور کردار ادا کیا (جس کا ذکر آگے آئے گا) ان تعلیم یافتہ خواتین میں کچھ خواتین ایسی بھی تھیں جو کہ علم حاصل کرنے کے بعد اس کو پھیلانا اپنا فرض

سمجھتی تھیں۔ انہوں نے تعلیم کو پھیلانے کے لیے مدرسوں میں تعلیم دینا شروع کر دی۔ کچھ خواتین نے اپنے ذاتی مدرسے بھی بنائے ہوئے تھے جہاں وہ بچیوں کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرتی تھیں۔ اس سلسلے میں اشبیلیہ کی ایک خاتون مریم کا نام قابل ذکر ہے۔ اس نے اشبیلیہ میں اپنے ذاتی مدرسے سے تعلیم عورتوں میں پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ گویا خواتین کو حصول علم کے مواقع کے ساتھ اس کو پھیلانے کے مواقع بھی میسر تھے۔

مسلم سپین کے معاشرے میں عورتوں کی عزت و ناموس کی حفاظت جہاں مردوں کی ذمہ داری تھی وہاں خواتین ضرورت کے وقت خود بھی اپنا دفاع کرنا جانتی تھیں۔ اپنی حفاظت کی خاطر وہ اپنے ساتھ اسلحہ (چاقو، تلوار) رکھتی تھیں۔ اسی لیے وہ اطمینان سے تنہا بھی مختلف سرگرمیوں میں شریک ہو سکتی تھیں۔ آزادانہ گھوم پھر سکتی تھیں۔ جنگ اور بدامنی کے دور میں بھی خواتین کو آزادانہ گھومنے پھرنے کی ممانعت نہ تھی۔ وہاں ان کا اتنا احترام کیا جاتا تھا کہ ان کے مخالفین سے انہیں بدامنی کے دور میں بھی کوئی خطرہ لاحق نہ ہوتا تھا۔

اسلام نے خواتین کے جو معاشرتی حقوق مقرر کیے تھے۔ سپین میں خواتین کو ان حقوق کے قانونی تحفظات بھی حاصل تھے۔ والد اور شوہر کی جائیداد میں انکا حصہ ہوا کرتا تھا۔ جن کی وہ شرعی اور قانونی وارث تھیں۔ بچوں پر بھی ان کے حقوق ویسے ہی تھے جیسا کہ بچوں کے والد کے ہوا کرتے تھے اور خاوند سے علیحدگی کا بھی انہیں بعض وجوہات کی بنا پر اختیار حاصل تھا۔ اس سے پہلے جب سپین میں اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی تب صرف مرد کو ہی طلاق دینے کا اختیار تھا جس کا وہ ناجائز استعمال بھی کرتے تھے۔ جس سے معاشرے میں عدم توازن پیدا ہوتا تھا۔ [۱۳] ان خواتین کو معاشرے میں جو حقوق حاصل تھے ان میں اگر ناانصافی ہوتی تو وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی تھیں۔ نجی معاملات ہوں یا وراثت کے معاملات یہ سب عدالت میں پیش کر کے انصاف حاصل کر سکتی تھیں۔ گویا انصاف کے دروازے مرد و زن دونوں کے لیے کھلے رہتے تھے۔

کسی بھی معاشرے میں عدل و انصاف اس وقت تک ناپید ہوتا ہے جب تک حکمران وقت بھی عدل و انصاف کے تقاضوں پر ویسے ہی عمل درآمد نہ کریں جیسا کہ وہ رعایا سے کرانا چاہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح معاشرے میں خواتین کی عزت وحرمت اس وقت تک برقرار نہیں رہ سکتی جب تک کہ حکمران طبقہ خود خواتین کی عزت نہ کرے۔ مسلم سپین کا حکمران طبقہ خواتین کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ حکمرانوں کی ازواج نے بھی معاشرتی و سیاسی سرگرمیوں میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ان خواتین میں عبدالرحمٰن دوم (۸۲۱ء تا ۸۵۲ء) کی زوجہ ملکہ طروب اور حکم دوم (۹۶۱ء تا ۹۷۶ء) کی زوجہ سلطانہ صبح کا نام قابل ذکر ہے۔ ان ازواج کے علاوہ حکمرانوں کی لونڈیاں بھی ویسے ہی حقوق رکھتی تھیں جیسا کہ دوسری خواتین کو میسر تھے۔ حصول علم کے مواقع انہیں حاصل تھے۔ علوم وفنون کی ترقی میں ان لونڈیوں نے قابل ذکر کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں حکم دوم کی لونڈی نجم السعید کا نام سامنے آتا ہے۔ وہ اس وقت کی مشہور شاعرہ تھی۔ گویا لونڈیوں تک کو معاشرتی آزادی اور ترقی کے مواقع حاصل تھے اور سپینی خواتین کو معاشرے میں جو حیثیت حاصل تھی ویسی ہی ان کو حکمران کے دربار میں بھی حاصل تھی۔ خواہ یہ حرم کی خواتین ہوں یا لونڈیاں۔

مسلم سپین کی خواتین کو روزگار کمانے کے مواقع بھی بھرپور حاصل تھے۔ بہت سی خواتین اپنی روزی خود کمایا کرتی تھیں۔ کچھ خواتین تدریس کے شعبے سے وابستہ ہوتی تھیں۔ کچھ عدالتوں میں وکالت کے شعبہ سے منسلک ہوتیں اور کچھ کتابت وعرضی نویسی کا کام بھی کرتی تھیں۔ (ان خواتین کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا) اس ساری صورتحال سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سپینی معاشرے میں خواتین کی حیثیت بہت مضبوط تھی اور سپینی تاریخ کے مشہور مؤرخ Anwar G. Cheyne کی بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ ''سپینی خواتین کو مسلم دنیا میں سب سے زیادہ معاشرتی آزادی حاصل تھی''۔ [۱۴]

سپینی معاشرے میں خواتین کی جس حیثیت کا ذکر ہم نے کیا وہ صرف مسلم خواتین کی نہیں تھی بلکہ غیر مسلم

خواتین کو بھی بالکل اسی طرح سے معاشرتی حقوق اور قانونی تحفظات حاصل تھے۔ اگر کوئی غیر مسلم خاتون کسی مسلم مرد سے شادی کر لیتی تو اسے اپنے مذہبی رسوم کی ادائیگی کی مکمل آزادی حاصل ہوتی تھی۔ اس کی عزت و جان و مال کی حفاظت اس کے شوہر کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ یہ مسلم سپین میں خواتین کی اعلیٰ حیثیت کی واضح مثال ہے۔

معاشرے میں خواتین کی قدر و منزلت میں سپینی مردوں کا بھی حصہ تھا۔ انہوں نے اپنی خواتین کو کبھی ذلیل و حقیر نہ سمجھا تھا اور ہمیشہ ان کی توقیر کی حفاظت کی۔ [15] ان کی ترقی کی راہ میں کبھی حائل ہونے کی کوشش نہ کی بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کی اور مردوں کی معاونت سے انہوں نے معاشرتی ترقی کے مدارج طے کیے تھے۔ مسلم سپین میں خواتین کی معاشرے میں حیثیت کے تجزیے کے بعد یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے۔ سپینی معاشرے میں خواتین کو جو مقام اور آزادی حاصل تھی وہ اس وقت کی کسی بھی ہم عصر حکومت میں موجود نہ تھی۔ [16]

مسلم سپین میں خواتین کی معاشرتی حیثیت کے مطالعے سے تین اہم باتیں نظر آتی ہیں۔

اول: یہ کہ سپینی معاشرے میں خواتین کو جو حقوق حاصل تھے وہ اسلامی قوانین اور تعلیمات سے اخذ شدہ تھے۔

دوم: یہ کہ اس سپینی معاشرے میں ہمیں جدت کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہ اس طرح سے کہ اس معاشرے میں خواتین کو جو حقوق حاصل تھے وہ آج کی ترقی یافتہ قوموں کی خواتین کا مطالبہ ہے۔

سوم: یہ کہ سپینی معاشرے کی ان خصوصیات کو اہل یورپ نے بھی اپنایا (اس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سپینی معاشرے میں خواتین کی حیثیت و مقام نہ صرف اس وقت مثالی تھا بلکہ آج بھی یہ کافی سراہا جاتا ہے۔

معاشرتی سرگرمیوں میں سپینی خواتین کا کردار:۔ (تہذیب و ثقافت کی ترقی میں کردار)

جب کسی معاشرے میں خواتین کو مردوں کے مساوی حیثیت اور حقوق حاصل ہوں تو ایسے معاشرے میں تہذیب و ثقافت کی ترقی میں خواتین بھی مردوں کے شانہ بشانہ حصہ لیتی ہیں اور سپینی معاشرے کی یہ خوش نصیبی تھی کہ جہاں اس کے مردوں نے معاشرتی ترقی کے لیے کام کیا وہاں خواتین بھی کسی سے پیچھے نہ رہی تھیں۔ بہت سی خواتین نے بہت سے شعبوں میں نام کمایا تھا۔

مسلم سپین میں جو خواتین پڑھی لکھی ہوتی تھیں وہ علم و ادب میں بھی مہارت رکھتی تھیں اور ان خواتین نے اپنی عالمانہ اور فاضلانہ سرگرمیوں کے ذریعے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ قرطبہ ایسی خواتین کی سرگرمیوں کا مرکز ہوا کرتا تھا۔ ان خواتین نے سپین میں علمی ترقی کے لیے قابل ذکر کردار ادا کیا۔ [۷] مسلم سپین میں خواتین نے شاعری، فلاسفی، خوش نویسی، انشاء پردازی، طب، نحو اور دیگر علوم و فنون میں مہارت حاصل کی ہوئی ہوتی۔ سپین میں جو علمی اور ادبی مباحثے ہوا کرتے تھے ان میں خواتین بھی شرکت کیا کرتی تھیں اور سپینی مردوں کی روشن خیالی کو بھی یہاں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے عورتوں کے علمی شوق کے راہ میں آنے کی بجائے ان کی حوصلہ افزائی کی۔

ا۔ تعلیمی ترقی میں خواتین کا حصہ:۔

سپین میں خواتین کی اکثریت مذہبی تعلیم ضرور حاصل کیا کرتی تھی لیکن اعلیٰ تعلیم کے لیے بھی ان پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ مذہبی تعلیم حاصل کرنے والی خواتین کو بھی معاشرتی آداب سکھائے جاتے تھے اور ان کی تربیت مذہبی معلمات ایسی کرتی تھیں کہ وہ معاشرے میں مثبت کردار ادا کر سکیں۔ جو خواتین اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی تھیں ان کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ اس تعلیم کو آگے بھی پھیلا سکیں۔ اس تعلیم کو پھیلانے کے لیے ان تعلیم یافتہ خواتین کے گھر ہی تہذیبی مدرسوں کی مانند ہوا کرتے تھے۔ یہاں جو خواتین آتی تھیں وہ علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تہذیب بھی سیکھ

جایا کرتی تھیں یعنی کہ تعلیم کو پھیلانے کے لیے ان خواتین کے گھروں نے ابتدائی مدرسوں کا کام دیا تھا۔ اس دور میں ان خواتین نے علوم انشاء پردازی فلسفہ، طب، حکمت اور ریاضی جیسے علوم جدید کی تعلیم کے طور پر سیکھے تھے۔

تعلیم یافتہ خواتین نے سپینی معاشرے میں تین طریقوں سے تعلیم پھیلانے کی کوشش کی تھی (۱) مدرسوں کے ذریعے (۲) لائبریریوں کے ذریعے (۳) اشاعت کتب اور علمی مباحثوں میں شرکت کے ذریعے۔

ا۔ مدرسوں کے ذریعے

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا کہ مہذب اور تعلیم یافتہ خواتین نے گھروں میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا۔ کچھ خواتین ایسی بھی تھیں جنہوں نے باقاعدہ مدرسوں کے ذریعے تعلیم پھیلائی۔ اس سلسلے میں اشبیلیہ کی ایک خاتون مریم کا نام قابل ذکر ہے اس نے اشبیلیہ میں بہت بڑا مدرسہ لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے بنایا ہوا تھا۔ اشبیلیہ کی معززین کی بیٹیاں بھی تعلیم حاصل کرنے اس کے پاس آیا کرتی تھیں اسی طرح سے قرطبہ اور دیگر شہروں میں بھی خواتین نے تعلیمی مدرسے بنائے ہوئے تھے۔

۲۔ لائبریریوں کے ذریعے

ان تعلیم یافتہ خواتین میں کچھ خواتین ایسی بھی تھیں جنہوں نے تعلیم کے فروغ کے یے لائبریریاں قائم کیں اور ان میں علم وادب کا وسیع خزانہ بھی جمع کیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہوسکیں۔ حکم دوم کی لائبریری کے لیے بھی خواتین نے کافی اہم کردار ادا کیا تھا۔ حکم دوم کی لائبریری سپینی تاریخ میں علم وعرفان کا مرکز سمجھی جاتی ہے۔ اس لائبریری کی منتظم اور انچارج بھی ایک خاتون لبانہ تھی۔ جس نے اس وقت کی سب سے بڑی لائبریری سنبھالی ہوئی تھی۔ ایک اور لڑکی فاطمہ نے بھی اس لائبریری کے لیے مختلف علاقوں سے کتابیں لاکر جمع کی تھیں۔ اس طرح ۱۰۱۰ء میں عائشہ بنت احمد نے قرطبہ میں اپنی ذاتی لائبریری قائم کی ہوئی تھی جو کہ قرطبہ کی بہترین لائبریریوں میں سے ایک

تھی۔ ۱۸ گویا مدرسوں کے بعد ان خواتین نے لائبریریوں کے ذریعے علم پھیلانے کی کوشش کی تا کہ ہر عام وخاص اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

۳۔ اشاعت کتب اور علمی مباحثوں میں شرکت کے ذریعے

سپین میں تعلیم یافتہ خواتین نے حصول علم کے بعد تحقیق کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنی علمی کاوشوں کو کتاب کی صورت دے کر علم کی روشنی پھیلائی۔ زینب بنت احمد نے (۱۰۱۰ء) بہت سی کتابیں لکھی تھیں۔ قرطبہ کی بہت سی خواتین نے بھی کتابیں اور آپ بیتیاں لکھیں تا کہ ان کی معلومات سے دوسرے بھی مستفید ہو سکیں۔ یہ تعلیم یافتہ خواتین علمی مذاکروں اور مباحثوں میں بھی شریک ہوا کرتی تھیں۔ قرطبہ کے علمی مذاکروں اور مباحثوں میں زینب اور حمنہ نامی خواتین مجلس کی روح رواں سمجھی جاتی تھیں۔

مندرجہ بالا حقائق سے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سپینی معاشرے میں خواتین کو نہ صرف حصول علم کی آزادی تھی بلکہ اس کو پھیلانے کے لیے بھی انہوں نے مردوں کے مساوی کردار ادا کیا تھا۔

۲۔ علوم وفنون کی ترقی میں خواتین کا کردار (چند علمی وفنی ماہر خواتین کا تذکرہ)

سپین میں ایسے فنون جو کہ مردوں کی دسترس میں ہوا کرتے تھے خواتین نے ان علوم میں بھی مہارت حاصل کی۔ انشاء پردازی کی بہت سی ماہر خواتین موجود تھیں۔ العاروضیہ نامی قرطبہ کی خاتون کی انشاء پردازی میں مہارت کو بڑے بڑے ماہر علوم تسلیم کیا کرتے تھے اور اس سے سیکھنے کے لیے آیا کرتے تھے۔

خوش نویسی کا فن بھی تعلیم یافتہ خواتین کو بخوبی آتا تھا۔ حکم دوم کے دور میں فاطمہ نامی خاتون اپنی خوش نویسی اور دیگر علمی صلاحیتوں کی وجہ سے خلیفہ کے دربار میں کاتب کے عہدے پر فائز تھی۔ خلیفہ کی خفیہ تحریریں تک یہ لکھا کرتی تھی۔ اس کے علاوہ چونکہ اس دور میں ٹائپ مشین وغیرہ نہیں تھی اس لیے جو کتابیں دور دراز سے نقل کی خاطر منگائی جاتی

تھیں وہ کتابیں بھی وہی تحریر کرتی تھی۔ ان علوم کے ساتھ صرف ونحو، حساب ہندسہ، مزاح نگاری، علم حدیث اور فلسفہ وغیرہ میں بھی ان خواتین نے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ ام السعد نامی خاتون حکم دوم کے دور کی مشہور ماہر علم حدیث تھی۔ اس نے احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا ہوا تھا اور بہت سے احادیث کے مجموعے بھی اس کے پاس موجود تھے۔ بلنیسہ کی العاروضیہ نامی ایک خاتون نے ریاضی، فلسفہ اور صرف ونحو میں مہارت حاصل کی ہوئی تھی۔ بہت سے لوگ اس سے سیکھنے آیا کرتے تھے۔ [19]

۳۔ شعروشاعری اور خواتین

مندرجہ بالا علوم میں خواتین کی مہارت کے علاوہ ان سپینی خواتین نے شاعری میں جو نام کمایا وہ شاید اس وقت کسی بھی ملک کی خواتین نے نہ کمایا ہوگا۔ سپینی خواتین نے نعتیہ شاعری میں خوب لکھا۔ ام السعد نامی قرطبہ کی خاتون نہایت اعلیٰ درجے کی نعتیہ شاعری کرتی تھی۔ سپین کی تاریخ میں جب بڑے بڑے شعراء کا نام آتا ہے تو ان خواتین کا نام بھی ساتھ ضرور آتا ہے۔ سپین کے بڑے بڑے شعراء نے اپنی تصانیف میں ان شاعر خواتین کی تعریفیں لکھی ہیں جو خواتین اچھی شاعری کرتی تھیں۔ وہ مشاعروں میں بھی شرکت کیا کرتی تھیں۔ خود اپنے گھروں میں بھی مشاعرے منعقد کرایا کرتی تھیں۔ عام خواتین کے علاوہ حکمرانوں کی خواتین بھی شاعری کیا کرتی تھیں۔ محمد سوم کی بیٹی (گیارہویں صدی عیسوی میں) ولادہ قرطبہ کی مشہور شاعرہ تھی۔ اس کا گھر علماء اور شاعروں کی اکٹھا ہونے کی جگہ تھا۔ حکم دوم کی لونڈی نجم السعید بھی بڑی اعلیٰ پائے کی شاعرہ تھی۔ اس نے اپنے شعروسخن کو پھیلانے کے لیے دور دراز علاقوں کے سفر بھی کیے اور ہر جگہ اس کو داد تحسین حاصل ہوئی۔ [20] گویا خواتین نے شعروشاعری میں بھی مردوں کے مقابل کردار ادا کیا۔

۴۔ انتظامی امور اور خواتین

ہسپانوی خواتین انتظامی امور میں بھی مردوں کے شانہ بشانہ شریک ہوا کرتی تھیں۔ ملک میں اہم انتظامی امور بھی یہ خواتین چلاتی تھیں۔ مثال کے طور پر حکم دوم کے دور میں فاطمہ نامی خاتون سرکاری طور پر کاتب اور عرضی نویس کے عہدے پر فائز رہی۔ عبدالرحمٰن سوم کی زوجہ ملکہ طروب اس کے لیے مشیر کی طرح کام کیا کرتی تھی۔ اہم ملکی امور میں یہ بڑے اہم مشورے دیا کرتی تھی۔ اس کے علاوہ حکم دوم کی زوجہ سلطانہ صبح نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد اپنے نوعمر بیٹے کے نام سے بہت سے انتظامی وملکی امور میں اہم کردار ادا کیا۔ قرطبہ میں ام النہا نامی ایک خاتون بڑی مشہور وکیل تھی۔ خواتین کے حقوق کی خاطر بھی کام کیا کرتی تھی۔ [21]

مندرجہ بالا معاشرتی سرگرمیوں میں صرف بڑے خاندانوں کی خواتین شریک نہیں ہوتی تھیں بلکہ عام خواتین اور لونڈیاں بھی ان سرگرمیوں میں اگر شوق رکھتیں تو شریک ہوا کرتی تھیں۔ حکمرانوں نے بھی ایسی خواتین کی حوصلہ افزائی کی۔ ایسی خواتین جو غربت کے باعث تعلیم حاصل نہ کرسکتی تھیں ان کے لیے وظیفہ مقرر کیا جاتا تھا۔ (حکم دوم کے دور سے باقاعدہ وظائف کا آغاز ہوا) ایسی خواتین جو علمی اور ادبی صلاحیتیں رکھا کرتی تھیں انہیں حکمرانوں نے اپنے حرم میں ان کی قابلیت کی وجہ سے جگہ دی تھی۔ اس دور میں تعلیم کی قدر اس بات سے واضح ہے کہ جو لونڈی تعلیم یافتہ ہوا کرتی تھی اس کی قیمت زیادہ ہوتی تھی۔ [22] ہسپانوی معاشرے میں نت نئے رسم ورواج کے فروغ میں بھی یہ خواتین کسی طور پیچھے نہ رہی تھیں۔ لباس، زیورات اور دیگر آرائش وزیبائش کے نئے نئے ڈیزائن سامنے لایا کرتی تھیں۔ یہ اس اسلامی معاشرے کی خوبی تھی کہ جیسا بھی رواج فروغ دیا جاتا وہ اسلامی طریقوں کے مطابق ہوتا تھا۔ ان خواتین کی رسم ورواج کی پیروی سارے یورپ کی خواتین کیا کرتی تھیں۔ شادی بیاہ، مرگ اور دیگر خوشی یا غم کی تقریب میں ان خواتین کی شرکت لازمی سمجھی جاتی تھی۔

یہ تمام حقائق بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بات سامنے آ سکے کہ آٹھویں سے چودھویں صدی عیسوی تک سپین کا اسلامی معاشرہ جمود کا شکار ہرگز نہیں تھا بلکہ مختلف معاشرتی سرگرمیوں میں مرد و خواتین کی مساوی شرکت سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ یہ معاشرہ اس وقت بھی مثالی تھا اور آج بھی قابل ذکر ہے، خواتین کو کم عقل یا ناقص العقل سمجھ کر معاشرتی سرگرمیوں سے دور نہیں رکھا گیا بلکہ ان خواتین نے معاشرے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ مختصر یہ کہ مسلم سپین کے معاشرے میں خواتین کو بڑی مضبوط اور مردوں کے مساوی حیثیت حاصل تھی۔ ان خواتین کو اسلام نے جو حقوق فراہم کیے تھے قانون نے بھی ان کے تحفظ کی ضمانت دی تھی۔ سپین کے معاشرے میں خواتین نے جو کردار ادا کیا وہ اس وقت کے ہمعصر معاشروں میں اپنی مثال آپ تھا اور کسی بھی دوسرے معاشرے میں یہ چیز نظر نہیں آتی۔

یورپی معاشرتی نظام کا سپینی معاشرتی نظام سے تقابلی جائزہ

یورپ کا عہد وسطیٰ میں معاشرتی نظام کا ہم پہلے جائزہ لے چکے ہیں اور اب سپین کا عہد وسطیٰ میں معاشرتی نظام دیکھنے کے بعد ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ایک ہی دور میں جغرافیائی طور پر بھی ایک دوسرے کے قریب ہونے کے باوجود ان کے معاشرتی نظام میں بہت سے تضادات موجود ہیں جیسا کہ ناقص سیاسی نظام، سیاست میں مذہب کو دخل اندازی، معاشرتی عدم مساوات، مذہبی رہنماؤں کی اجارہ داری اور جہالت یورپی معاشرے کا حصہ تھے۔ اسی طرح خواتین کا یورپی معاشرے میں مقام (جس کا تفصیلی ذکر ہم پہلے کر چکے) انتہائی حقیر تھا۔ عورت کو ایک فالتو چیز سمجھا جاتا جبکہ سپین کے معاشرتی نظام میں عورت کی حیثیت اس کے بالکل برعکس تھی جیسا کہ ہم دیکھ چکے یں یورپی خواتین نے معاشرتی ترقی کے کاموں میں بھی کوئی اہم کارنامہ سرانجام نہیں دیا تھا۔ گویا یورپی معاشرے کی خواتین کی حیثیت اور کردار سپینی معاشرے کی خواتین کی حیثیت اور کردار سے قدرے غیر اہم اور کمزور تھا۔

یورپی معاشرے پر اثرات

سپینی معاشرتی ترقی کا آہستہ آہستہ یورپ پر اثر ہونے لگا۔جغرافیائی طور پر یہ اسلامی ریاست باقی یورپ کے قریب تر تھی اسی لیے سپین سے ہی یورپ تک اسلامی علوم وفنون اور جدید علمی سرگرمیاں پہنچیں، یورپ سے حصول علم کے شائقین سپین کی علمی ترقی دیکھتے ہوئے سپین میں آنے لگے اور یہاں سے وہ علوم وفنون سیکھنے لگے جو کہ مسلمانوں کی میراث تھے۔اس طرح اہل یورپ میں علمی شعور بیدار ہونا شروع ہوا۔یورپ میں آہستہ آہستہ یہ سوچ پروان چڑھنے لگی کہ سیاست میں مذہب کی اجارہ داری ختم کر کے اسلامی حکومت کا سا نظام ہونا چاہیے یوں پندرھویں صدی عیسوی تک یورپ میں وہ بہت سی معاشرتی خصوصیات پیدا ہونے لگیں جو کہ سپینی معاشرے کا خاصہ تھیں۔ یورپی خواتین بھی معاشرتی مساوات، آزادی، حصول علم کے مواقع جیسے مطالبات نہ صرف کرنے لگیں بلکہ یورپی معاشرے میں مردوں نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا اور یوں سپینی معاشرے میں خواتین کی حیثیت اور کردار یورپی معاشرے کے لیے ایک نمونہ تھے اور ان کی تقلید انہوں نے کی جسکا ثبوت آج کے یورپی معاشرے میں خواتین کا کردار ہے۔لیکن اس دور میں ملک سپین میں خواتین کو جو مقام اور حیثیت حاصل تھی وہ اس وقت کی ہم عصر دیگر حکومتیں تو کیا اسلامی حکومتوں میں بھی موجود نہ تھی۔

آج کل ۲۱ویں صدی کی خواتین کے مطالبات کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ یہ خواتین ایسے ہی حقوق اور مقام کی متلاشی ہیں جو کہ عہد وسطیٰ میں سپینی خواتین کو حاصل رہا ہے۔گویا سپینی معاشرہ خواتین کے حوالے سے جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ تھا۔

حوالہ جات

۱۔ خالد علوی، *اسلام کا معاشرتی نظام*، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۹۵۔۹۶۔

۲۔ محمد علی فاروق، *عورت کو مذہب اور قوموں نے کیا سمجھا*، ماہنامہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۴۔

۳۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، پردہ، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۲۰۔

۴۔ جلال الدین نصر، عورت اسلامی معاشرہ میں، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۶۶۔

۵۔ سید امیر علی، روح اسلام، (مترجم سید ہادی حسین)، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۴۰۱۔۴۰۲۔

۶۔ ڈاکٹر غلام جیلانی، مسائل نو، لاہور، ۱۹۶۴ء، ص ۱۹۵۔

۷۔ سید امیر علی، حوالہ سابقہ، ص ۴۰۲۔

۸۔ جلال الدین نصر، حوالہ سابقہ، ص ۲۷۔

۹۔ Sidney painter, *A History of the Middle Ages*, London, 1979, p. 121-22.

۱۰۔ R.W. Southern, *western society and the Church in Middle Ages*, London, 1983, p. 309.

۱۱۔ مسلمانوں کی سپین آمد کے وقت وہاں بادشاہ راڈرک کی حکومت تھی۔ اس کے محل میں سابقہ شاہی خاندان کی لڑکی فلورنڈا رہتی تھی۔ سپین میں اس وقت یہ رواج تھا کہ سابقہ شاہی خاندان کی لڑکیاں محل ہی میں پرورش پاتی تھیں لیکن اس وقت کے معاشرتی بگاڑ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس لڑکی کی عزت و حرمت ۸۰ سالہ حکمران راڈرک سے محفوظ نہ رہی تھی تو عام خواتین کی عزت و حرمت کا تصور کہاں ہوگا۔ از ریاست علی ندوی، تاریخ اندلس، حصہ اول، اعظم گڑھ، ۱۹۰۰ء۔

۱۲۔ برنی، آئی، ایچ، مسلم سپین، کراچی، ۱۹۶۹ء، ص ۳۳۳۔

۱۳۔ S. M. Imamuddin, *Muslim spain, A Sociological Study*, islamabad, 1965,p.33.

۱۴۔ Anwar G. Cheyne, *Muslim spain, its History and culture*, Minneaplies, 1974, p. 137.

۱۵۔ نواب ذوالقدر جنگ، خلافت اندلس، لاہور، س ن، ص ۳۹۵۔

۱۶۔ ایس۔ ایم۔ امام الدین، بحوالہ سابقہ، ص ۳۳۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۳۴۔

۱۸۔ ایضاً، ص ۳۴۔

۱۹۔ گستاؤلی بان تمدن عرب،(مترجم سید علی بلگرامی)،حیدرآباددکن،۱۹۳۶ء،ص ۴۵۸۔

۲۰۔ مسلم سپین کی مشہور شاعر خواتین۔

(۱) دیگر علوم وفنون کی طرح شاعری بھی حکم دوم کے دور میں سپین میں پایۂ عروج تک پہنچی تھی اس دور میں خدیجہ، حسانۃ التمیمہ ،امۃ العزیز،حفصہ بنت حجاج،مشہور شعراء تھیں۔

(۲) گیارھویں صدی عیسوی میں حفصہ بنت حمادون سپین کی مشہور شاعرہ تھی،مریم بنت یعقوب انصاری اشبیلیہ کی مشہور شاعرہ تھی (اخذ شدہ ایس ایم امام الدین)

۲۱۔ ایس۔ایم۔امام الدین،حوالہ سابقہ،ص ۳۵۔

۲۲۔ گستاؤلی بان،حوالہ سابقہ،ص ۴۵۹۔